بسلسلہ "اسلام اور عورت" - 1
عورت کی امامت
کا
مسئلہ
WWW.NAFSEISLAM.COM
مفتی محمد خان قادری
حجاز پبلی کیشنز ۔ لاہور

بسلسلہ "اسلام اور عورت"

(۱)

عورت کی امامت کا مسئلہ

مفتی محمد خان قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

فہرست

مباحث	نمبر شمار

بحث اوّل

بحث ثانی

مباحث	نمبر شمار

بحث ثالث

بحث رابع

بحث اوّل

زیرِبحث مسئلہ
پر
دلائلِ جواز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام نے عورت کو جو آسانیاں عطا کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا لازم نہیں۔ لیکن اگر وہ جمعہ، عیدین اور دیگر نمازوں میں سے کسی بھی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے خواہ وہ جماعت مسجد میں ہو یا گھر میں۔ اسی طرح خواتین کا کسی جگہ اجتماع یا تعلیمی ادارہ ہے تو وہاں ان میں سے کوئی خاتون جماعت کروا دیتی ہے تو یہ بھی درست ہے۔ یعنی عورت، عورتوں کی امام بن سکتی ہے۔

ہماری یہ گفتگو چار مباحث پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ زیرِ بحث مسئلہ پہ دلائلِ جواز۔

۲۔ دلائلِ جواز پر اعتراضات کا جواب۔

۳۔ مخالفین کے دلائل۔

۴۔ ان دلائل کا تجزیہ۔

بحث اوّل

زیرِ بحث مسئلہ پہ دلائلِ جواز

سب سے پہلے ان احادیث و آثار کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں عورت کا مستورات کی جماعت کروانا ثابت ہے۔

۱۔ امامتِ خواتین کے لئے ایک خاتون کا تقرر خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

امام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد میں "باب امامۃ النساء" قائم کر کے اس کے تحت جو احادیث ذکر کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے لیے روانہ ہونے لگے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ زخمیوں کی خدمت کروں گی ممکن ہے اللہ تعالےٰ مجھے وہاں شہادت نصیب فرمادیں۔ اس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں رہو تمہیں اللہ تعالےٰ شہادت نصیب فرمائیں گے۔ اس کے بعد انہیں "شہیدہ" کہا جاتا تھا۔ انہوں نے قرآن پڑھ لیا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی مجھے ایک مؤذن رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ جس کی آپ نے اجازت دے دی۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک غلام اور ایک لونڈی کو اپنی وفات پر آزاد کرنے کا عہد کر رکھا تھا۔ ایک رات ان دونوں نے ان کا سانس چادر سے اس طرح بند کر دیا کہ ان کی موت واقع ہوگئی اور وہ دونوں بھاگ گئے۔ صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا۔ ان دونوں کے بارے میں جسے علم ہے وہ انہیں پکڑ لائے۔ وہ پکڑے گئے اور ان دونوں کو سولی پر چڑھایا گیا۔ سرزمین مدینہ پر یہ اولین تھے جن کو سولی پر چڑھایا گیا۔

اس سے متصلاً دوسری روایت ہے:۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا فی بیتھا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاتون کے ساتھ ملاقات کیلئے اس کے ہاں

وجعل لها مؤذناً یؤذن لها وامرها ان تؤم اهل دارها۔

تشریف لیجاتے۔ آپ نے اس کی خاطر ایک مؤذن مقرر فرمایا جو اذان دیتا۔ اور اس خاتون کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے گھر (یا کالونی) والوں کی امامت کرے۔

راوی حدیث عبدالرحمٰن بن خلاد انصاری اس مؤذن کے بارے میں کہتے ہیں:

فانا رأیت مؤذنها شیخاً کبیرًا۔

میں نے وہ مؤذن دیکھا ہے۔ بڑی عمر کا تھا۔

(سنن ابی داؤد، باب امامۃ النساء ۸۷، ۸۸)

امام ابن عبدالبرؒ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا تعارف کرواتے ہوئے مذکورہ واقعہ لکھنے کے بعد کہتے ہیں:

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرھا ان تؤم اهل دارها وکان لها مؤذن وکانت تؤم اهل دارها۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو اپنے گھر میں امامت کا حکم دیا۔ وہاں ایک مؤذن مقرر تھا۔ اور وہ اہل دار کی امامت کرواتی تھیں۔

اور ان کے قاتلوں کو سولی پر چڑھایا گیا اور سرزمین مدینہ میں سولی چڑھنے والے اولین یہی افراد تھے۔ اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین کان یقول انطلقوا بنا نزور الشهیدة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا جب آپ نے ہمیں فرمایا تھا۔ میرے ساتھ ایک شہیدہ خاتون کی ملاقات کے لیے چلو۔

(الاستیعاب فی اخبار الاصحاب)

بیہقی، مستدرک اور اس کی تلخیص میں اس بات کا اضافہ ہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو آپ علیہ السلام نے فرائض کی جماعت کروانے کا حکم دیا تھا۔

وامرھا ان تؤم اھل دارھا فی الفرائض۔

حضور علیہ السلام نے اس خاتون کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں فرائض کی جماعت کروائے۔

(السنن الکبریٰ ۱: ۴۰۶، باب السنۃ الاذان والاقامۃ فی البیوت، المستدرک ۱: ۲۰۳ کتاب الصلوٰۃ، تلخیص المستدرک ۱، ۲۰۳)

بعض اہل علم نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ عورت مردوں کی امامت بھی کرواسکتی ہے۔ کیونکہ ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ نے اہل دار (بستی کے مکینوں) کا امام مقرر فرمایا تھا۔ تو اُس میں خواتین کے علاوہ مرد بھی تھے۔ لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ اس لیے کہ روایات میں تصریح آچکی ہے کہ اس سے مراد صرف خواتین ہی تھیں۔

امام دارقطنیؒ نے حدیث ام ورقہ ان الفاظ سے ذکر کی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لھا ان یؤذن لھا ویقام وتؤم نساءھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو اجازت دی تھی کہ اس کا ایک مؤذن ہو اور تکبیر کہی جائے اور یہ امامت خواتین کے فرائض سرانجام دے۔

(سنن دارقطنی مع التعلیق المغنی ۱: ۲۷۹ باب ذکر الجماعۃ واھلھا وصفۃ الامام)

۲۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جماعت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مسلمہ ہے آپ

فرائض و نوافل دونوں میں خواتین کی جماعت کرواتی تھیں۔

۱۔ ابن ابی شیبہ اور امام حاکم حضرت عطاء سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معمول کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

انھا کانت تؤذن و تقیم و تؤم النساء فتقوم وسطھن۔	آپ اذان دیتیں، تکبیر پڑھتیں، خواتین کی امامت کرتیں اور درمیان میں کھڑی ہوتیں۔

(المستدرک ۱: ۲۰۴ کتاب الصلوٰۃ)

مصنف لابن ابی شیبہ بحوالہ حاشیہ دارقطنی ۱: ۴۰۵)

۲۔ امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ریطہ حنفیہ سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خواتین کی فرائض کی جماعت کرواتیں اور ان کے درمیان کھڑی ہوتیں۔

انھا امتھن فقامت بینھن فی صلوٰۃ مکتوبۃ۔	آپ خواتین کو فرائض کی جماعت کرواتیں تو درمیان میں کھڑی ہوتیں۔

(مصنف عبدالرزاق ۱: ۱۴۰ باب المرأۃ تؤم النساء)

یہی روایت دارقطنی میں "باب صلوٰۃ النساء جماعۃ و موقف امامھن" کے تحت ہے۔ (سنن دارقطنی، ۱: ۴۰۴)

امام زیلعی نصب الرأیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت تین کتب حدیث، مصنف عبدالرزاق، سنن دارقطنی اور سنن بیہقی میں ہے اور اس کی سند پر تبصرہ یوں کرتے ہیں۔

قال النووی فی الخلاصۃ سندہ صحیح۔	خلاصہ میں امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(نصب الرأیۃ فی تخریج احادیث الھدایہ، ۲: ۳۱، کتاب الصلوٰۃ)

۳ - امام محمد اپنے شیخ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی نے بیان فرمایا:

ان عائشۃ کانت تؤم النساء فی شھر رمضان فتقوم وسطاً (کتاب الآثار: ۴۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ماہِ رمضان میں خواتین کو جماعت کرواتیں تو درمیان میں کھڑی ہوتیں۔

۴ - ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اور جماعتِ فرائض

۱ - ام المؤمنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حجیرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں:

امتنا ام سلمۃ فی صلوٰۃ العصر فقامت بیننا۔ (سنن دارقطنی ۱: ۴۰۵ باب صلوٰۃ النساء جماعۃ)، (مصنف عبد الرزاق ۳: ۱۴۰ باب المرأۃ تؤم النساء)

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں نمازِ عصر کی جماعت کروائی اور وہ ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

امام زیلعی اس روایت کی سند کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

قال النووی سندہ صحیح (نصب الرایہ ۲: ۳۱ کتاب الصلوٰۃ)

امام نووی نے تصریح کی ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۲ - امام ابن ابی شیبہ حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتے ہیں:

انھا رأت ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تؤم النساء فتقوم معھن فی صفھن (مصنف ابن ابی شیبہ ۲: ۱۲۷)

کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زوجۂ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو خواتین کی جماعت کرواتے ان کی صف کے درمیان کھڑے دیکھا۔

حاشیہ نصب الرایہ میں ہے:

اسناد ھذا کالذھب۔ اس روایت کی سند سونے کی طرح یعنی صحیح ہے۔

(نصب الرایہ، ۲ : ۳۱)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امامتِ نساء کے بارے میں منقول ہے۔

تؤم المرأۃ النساء وتقوم وسطھن۔ عورت دیگر خواتین کو جماعت کروا سکتی ہے مگر درمیان میں کھڑی ہو۔

(مصنف عبدالرزاق، ۳ : ۱۴۰)

۵۔ تابعین کے اقوال

اس مسئلہ پر تابعین کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام جواز کے قائل ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ امام ابراہیم نخعیؒ اور امام شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں:

لا بأس ان تصلی المرأۃ بالنساء فی رمضان تقوم فی وسطھن۔ (مصنف عبدالرزاق ۳ : ۱۴۰) کہ عورت کے رمضان میں خواتین کو جماعت کروانے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ درمیان میں کھڑی ہو۔

۶۔ ائمہ مجتہدین کی رائے

امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک خواتین کی جماعت

مستحب ہے۔

فقہ حنفی میں مشہور یہی ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم رح بھی بلا کراہت اس کے جواز کے قائل ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن الجزیریؒ شرائط امامت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مقتدی مرد ہوں خواتین ساتھ ہوں یا نہ ہوں امام کا مرد ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر مقتدی صرف خواتین ہوں،

فلا تشترط الذکورة فی امامتهن بل یصح ان تکون المرأة اماماً لأمرأة مثلها باتفاق ثلاثة من الائمة وخالف المالکیة۔

خواتین کی امامت کیلئے امام کا مرد ہونا ضروری نہیں بلکہ عورتوں کی امام عورت ہوسکتی ہے۔ اس پر تین ائمہ (امام اعظمؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کا اتفاق ہے۔ مالکیہ اس کے خلاف ہیں۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۱: ۴۰۹)

شیخ ابوالطیب عظیم آبادی مذکورہ روایات ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

وهذه الروایات کلها تدل علی استحباب امامة للنساء فی الفرائض والنوافل وهذا هو الحق وبه یقول الشافعیؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ وابوحنیفةؒ وجماعة رحمهم الله تعالیٰ۔

یہ تمام روایات دلالت کر رہی ہیں کہ خاتون فرائض و نوافل دونوں میں عورتوں کی جماعت کروا سکتی ہیں یہ ہی حق ہے اور امام شافعی، اوزاعی، ثوری، امام احمد اور امام ابوحنیفہ تمام کی رائے بھی یہی ہے۔

(التعلیق المغنی، ۱: ۴۰۵)

نہایت اہم جزئیہ سے تائید

فقہائے احناف اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ جنازہ میں خواتین کی امامت عورت کروا سکتی ہے ۔ اور یہ بلا کراہت جائز ہے ۔ اس پر احناف کی تصریحات ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ شیخ اکمل الدین البابرتی فرماتے ہیں :

ان امامتھن فی صلوٰۃ الجنازۃ غیر مکروھۃ ۔

نمازِ جنازہ میں عورت بغیر کسی کراہت کے خواتین کو جماعت کروا سکتی ہے ۔

(العنایہ حاشیہ الھدایہ ، ۱ : ۲۰۶)

۲۔ امام ابن الھمامؒ اس کو یوں بیان کرتے ہیں :

اعلم ان جماعتھن لا تکرہ فی صلوٰۃ الجنازۃ ۔

واضح رہے کہ خواتین کی جماعت جنازہ میں مکروہ نہیں ۔

(فتح القدیر ، ۱ : ۲۰۶)

۳۔ امام طحطاویؒ رقمطراز ہیں :

لا تکرہ جماعتھن فی صلوٰۃ الجنازۃ ۔

نماز جنازہ کی صورت میں خواتین کی جماعت مکروہ نہیں ۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح)

ان تمام احادیث ، روایات اور اقوال سے واضح ہو رہا ہے کہ خواتین اگر کسی مقام پہ جمع ہوں اور وہ اجتماعی طور پہ نماز ادا کرنا چاہیں تو یہ جائز ہے ۔

بحث ثانی

ازالۂ شبہات

بحث ثانی

ازالۂ شبہات

مذکورہ دلائل پر بعض شبہات وارد کئے گئے ہیں ۔ ان کا ازالہ ضروری ہے ۔

پہلا شبہ

حدیث ام ورقہ سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے دو راوی ضعیف ہیں ۔ ایک ولید بن جمیع اور دوسرے عبدالرحمٰن بن خلاد ۔ ولید بن جمیع کے بارے میں امام منذریؒ کہتے ہیں " فیہ مقال " (ان میں کلام ہے) اور ان دونوں کے بارے میں ابن القطانؒ کا قول ہے " لا یعرف حالھما " (یہ معروف الحال نہیں) ۔

جواب

اہل علم نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں :

۱ ۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ نے اس روایت کی صحت پر تصریح کی ہے :

رواہ ابوداؤد وصححہ ابن خزیمہ ۔ (بلوغ المرام : ۷۶)	اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ۔

۲ ۔ امام ابوداؤد نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے جو اس کے صالح العمل ہونے کی دلیل ہے ۔ علامہ غلام رسول سعیدی امام ابوداؤد کے اسلوب پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

"جن احادیث کی سند میں کوئی ضعف ہو یا کوئی علتِ خفیہ ہو اس کو امام ابوداؤد بیان کر دیتے ہیں۔ اور جس حدیث کی سند کے بارے میں امام ابوداؤد کوئی کلام نہیں کرتے وہ عام طور پر صالح للعمل ہوتی ہے۔ چنانچہ امام مکتوب میں فرماتے ہیں۔ مالم اذکرفیہ شیئاً فھو صالح۔" (تذکرۃ المحدثین ' ۲۸۱)

۳۔ امام بدرالدین عینیؒ، امام منذریؒ اور ابن القطانؒ کا مذکورہ قول نقل کر کے کہتے ہیں:

لا یضرہ ذٰلک فان مسلماً اخرج لہ و کفی ھذا فی عدالتہ و ثقتہ و ذکرھا ابن حبان فی کتاب الثقات فالحدیث اذا صحیح۔	یہ بات نقصان دہ نہیں کیونکہ امام مسلمؒ نے اس راوی سے حدیث لی ہے اور یہ بات اس کی عدالت و ثقاہت کے لیے کافی ہے۔ ابن حبان نے ان دونوں کا ذکر ثقات میں کیا لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے

(البنایہ شرح ہدایہ)

ولید بن جمیع کے بارے میں امام حاکم نے بھی یہ ہی بات کہی ہے کہ ان سے امام مسلمؒ نے حدیث لی ہے۔ (المستدرک ۱/ ۱: ۲۰۳)

جب امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام حاکمؒ، ابن خزیمہ، ابن حبانؒ اور بدرالدین عینی جیسے نامور محدثین ان راویوں کی توثیق کر رہے ہیں۔ تو اب اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔

۴۔ اگر اسے ضعیف بھی مان لیا جائے پھر بھی کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ کیونکہ دیگر آثارِ صحابہ سے اس کو تائید و تقویت حاصل ہو رہی ہے۔

دوسرا شبہ

یہ کہنا کہ امام اعظمؓ کے نزدیک خواتین کی جماعت جائز ہے غلط ہے۔ کیونکہ فقہ حنفی

میں یہ تصریح ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے۔

جواب

یہ جواب سمجھنے سے پہلے یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ کتب فقہ میں جو کچھ تحریر ہے ضروری نہیں کہ وہ تمام کا تمام امام اعظمؒ یا صاحبین سے ہی منقول ہو بلکہ وہ مصنفین و شارحین کے اپنے استخراجات بھی ہو سکتے ہیں۔

سردست یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وجدت بعضهم یذعم ان	بڑی بڑی کتب اور فتاوے جات میں
جمیع ما یوجد فی هذه الشروح	جو کچھ درج ہے اسے بعض علماء امام اعظمؒ
الطویلة وکتب الفتاوی	اور صاحبین کا قول قرار دیتے ہیں۔ ان
الضخیمه فهو قول ابی حنیفة	کے اپنے اقوال اور ان سے مستنبط مسائل
وصاحبیه ولا یفرق بین	میں کوئی فرق نہیں کرتے حالانکہ ان میں
القول المخرج وبین ما هو	فرق کرنا نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔
قول فی الحقیقة۔ (الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ۶۱)	

امام اعظمؒ کے اقوال ہم تک پہنچنے کے لیے ہمارے لیے سب سے اہم ذریعہ ان کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کی کتب ہیں۔ زیر بحث مسئلہ کے حوالے سے جب ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں واضح طور پر یہ ملتا ہے کہ امام اعظمؒ اسے مکروہ تحریمی کا درجہ نہیں دیتے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ قرار دیتے ہیں۔

۱۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ایک باب "باب المرأة تؤم النساء" قائم کیا ہے اس کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے:

اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا حماد عن ابراھیم عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا کانت تؤم النساء فی شھر رمضان فتقوم وسطاً۔

امام اعظم حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ماہ رمضان میں خواتین کو جماعت کرواتی تھیں اور درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

لا یعجبنا ان تؤم المرأۃ فان فعلت قامت فی وسط الصف مع النساء کما فعلت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی۔ (کتاب الآثار : ۴۴)

عورت کا جماعت کروانا ہمیں پسند نہیں لیکن اگر کروائے تو خواتین کے درمیان صف میں کھڑی ہو جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا عمل ہے اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے۔

آپ نے محسوس کیا کہ امام محمد نے اس پر مکروہ تحریمی کا اطلاق نہیں فرمایا:

۲۔ اسی بات کی تائید محقق علی الاطلاق امام ابن الھمام رحؒ نے بھی کی ہے کہ اس عمل پر مکروہ تحریمی کا اطلاق درست نہیں۔ امام موصوف نے اس مسئلہ پر تمام روایات واقوال پر گفتگو سمیٹتے ہوئے کہا مذکورہ روایاتِ جواز کا ناسخ کون ہے۔ اس کا تعین ضروری ہے۔ لیکن وہ تو آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ اور جو روایت بطور ناسخ پیش کی جاتی ہے اس سے استدلال محلِ نظر ہے۔

وبتقدیر التسلیم فانما یفید نسخ السنیۃ وھو

اگر ہم اس کو ناسخ تسلیم بھی کر لیں تو اس سے سنیت کا نسخ ہوگا جو اس پر

لا یستلزم ثبوت کراھۃ التحریم فی الفعل بل التنزیہ و مرجعھا الی خلاف الاولیٰ۔
عمل کو مکروہ تحریمی نہیں بناتا بلکہ مکروہ تنزیہی۔ کیونکہ یہ خلافِ اولیٰ ہے۔

بلکہ اس کے بعد موصوف نے واضح طور پر کہہ دیا۔

ولا علینا ان تذھب الی ذلک فان المقصود اتباع الحق حیث کان۔
ہم پر یہ لازم نہیں کہ ہم مکروہ تحریمی کا قول کریں کیونکہ حق کی اتباع لازم ہے خواہ وہ کہیں ہو۔

(فتح القدیر ' ۱ : ۲۰۷)

۳۔ امام ابن الھمام کی اسی گفتگو اور تحریر کو پڑھ کر مولانا عبد العلی محمد بحر العلوم ؒ نے لکھا۔

وعلی ھذا فدعوی الکراھۃ مشکلۃ لابد لھا من دلیل و میل الشیخ ابن الھمام الی عدم الکراھۃ
اس بنا پر کراہت کا فتویٰ مشکل ہے۔ اس کے لیے دلیل چاہیئے اور شیخ ابن ہمام کا رجحان عدم کراہت کی طرف ہے۔

(رسائل الارکان ' ۱۰۰)

۴۔ صاحب اعلاء السنن کی گفتگو سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی نہیں البتہ افضل نہیں۔ ان کی گفتگو سے دو مقامات قابل توجہ ہیں۔

۱۔ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کہا۔

ان روایتھا تدل علی کراھۃ جماعۃ النساء وعملھا علی نفس الاباحۃ وکراھۃ شیٔ لاتنافی جوازہ کما لایخفی ونحن
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی روایت جماعت کی کراہت پر اور ان کا عمل اس کی اباحت پر دال ہے اور شی کا مکروہ ہونا اس کے جواز کے منافی نہیں ہوتا۔

لا ننفی الجواز فی المسئلة حتی قلنا بصحة صلوتهن وصلین جماعة .

اور ہم اس میں جواز کی نفی نہیں کرتے بلکہ اگر خواتین جماعت کرواتی ہیں تو ان کی نماز درست ہوگی ۔

۲۔ صحابہ کے دور میں جماعتِ نساء کثرت کے ساتھ نہ تھی بلکہ بہت قلیل تھی ۔

کون جماعتهن کالمتروک فی ذلک الزمان دلیل علی انهم کانوا لایستحسنونها وهو المراد بالکراهة وبه یشعر کلام الامام محمد فی کتاب الآثار فذکر اولاً اثر عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ثم قال لا یعجبنا ان تؤم المرأة فان فعلت قامت فی وسط الصف و ما روی عن ام ورقة غایتها الاباحة لا نیل الفضیلة ولما کان فیه شبهة الکراهة کان الاحتیاط فی الترک لان الشئ اذا تردد بین المندوب و المکروه کان ترک المندوب اولیٰ ۔ (اعلاء السنن، ۴ : ۲۱۵-۲۱۶)

خواتین کی جماعت کا دورِ صحابہ میں نہ ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے ۔ اور یہاں کراہت سے یہی مراد ہے اور اسی معنی کی طرف کتاب الآثار میں امام محمد کی گفتگو بھی اشارہ کرتی ہے ۔ پہلے انہوں نے سیدہ عائشہ کا عمل بیان کیا اور پھر کہا ہمیں یہ پسند نہیں ۔ البتہ اگر خواتین جماعت کرواتی ہیں تو امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے ۔ اور ام ورقہ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اس سے فضیلت ثابت نہیں اباحت ثابت ہوتی ہے تو جب اس عمل میں کراہۃ کا شبہ ہے تو اس کا ترک ہی بہتر ہے کیونکہ جب شئ مندوب و مکروہ کے درمیان دائر ہو تو مندوب کا ترک اولیٰ ہوتا ہے

عملِ صحابہ اور امامِ اعظمؒ

کتاب الآثار کے حوالے سے ملاحظہ ہوا کہ امام اعظمؒ نے خود ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عمل (خواتین کو جماعت کروانا) نقل کیا۔ اب کیسے ممکن ہے کہ امام صاحب اس کی مخالفت کریں ان کے ہاں تو یہ ضابطہ ہے کہ جب صحابہ کی رائے اور عمل سامنے آجائے تو اس کی پیروی کی جائے گی۔ اختلاف کی صورت میں کسی صحابی ہی کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ لیکن صحابہ کی رائے کے ہوتے ہوئے ہم اس پر اجتہاد نہیں کر سکتے۔ امام صاحب نے مسائل کے استنباط کے لیے ادلۃ کا بیان اس طرح فرمایا:

اخذ بکتاب اللہ و بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذت بقول الصحابۃ اخذ بقول من شئت منہم وادع من شئت منہم ولا اخرج من قولہم الی قول غیرہم فاما اذا جاء الی ابراھیم و ابن سیرین والحسن وعطا فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا۔	کتاب اللہ تعالیٰ سے مسئلہ اخذ کرتا ہوں پھر سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بعد قول صحابی۔ ان میں اختلاف کی صورت میں کسی ایک کو ترجیح دیتا ہوں لیکن ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا اور جب معاملہ تابعین مثلاً امام ابراہیم نخعی، ابنِ سیرین، حسن اور عطا تک آجائے تو انہوں نے بھی اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

(اصول الفقہ للشیخ ابی زہرہ، ۲۳۹)

جب زیرِ بحث مسئلہ میں امہات المؤمنین کا عمل امام صاحب خود روایت فرما رہے

ہیں تو اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسے مکروہ تحریمی کیسے قرار دے سکتے ہیں؟۔
اب وہ بات جو ان تمام دلائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مولانا عبدالحئی لکھنوی نے کہی
درست معلوم ہوتی ہے۔

فہذا القدر ینفی الکراھۃ التحریمیۃ کیف ولو کان کذلک لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقۃ بما امرھا ولما ارتکبت عائشۃ وام سلمۃ فعلھا والظاھران محمد بن الحسن اشار فی کتاب الآثار الی ھذا حیث قال لا یعجبنا ان تؤم المرأۃ.... الخ والذی یظھران بالکراھۃ لا سیما بالتحریمیۃ من تخریجات المشائخ علی حسب افہامھم ومذعوماتھم لا من کلام ائمتھم ولعل لکلامھم وجھا لم نطلع علیہ وما اطلعنا علیہ قد بینا حالہ و فوق کل ذی علم علیم۔

(تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء، ۹)

یہ چیز کراہت تحریمی کی نفی کرتی ہے اور یہ کیوں نہ ہو کیونکہ اگر یہ عمل مکروہ تحریمی ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ کو اس کا حکم نہ دیتے۔ سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ عمل نہ کرتیں اور ظاہر بھی یہی ہے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ کہہ کر کہ ہمیں امامت عورت پسند نہیں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اب جو چیز واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ قول کراہت خصوصاً تحریمی مشائخ احناف کی اپنی رائے ہے۔ یہ ائمہ احناف کا قول نہیں اور شاید ان مشائخ کے پاس کوئی دلیل ہو لیکن ہم اس پر مطلع نہ ہو سکے۔ اور جو ہمارے علم میں بھی آئی ہیں ان کا حال وہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا اور علم والے پر ایک علم والا ہے۔

اسی طرح کی گفتگو محشی بخاری مولانا احمد علی سہارن پوریؒ نے اس بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہی۔ وہ سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں۔

س: آنچہ مشہور است کہ جماعت نساء مکروہ است بکراہت تحریم آیا بسند معتدبہ کراہت یافتہ شدہ است یانہ۔	یہ جو مشہور ہے کہ خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اس کی کوئی معتمد سند ہے یا نہیں؟
ج: درباب کراہت تحریمہ جماعت النساء وحدھن کدام سند معتمد بہ از نظرم نگذشتہ است لیکن اتفاق فقہائے حنفیہ عموماً در متون یافتہ میشود دلالت دارد برآنکہ نزد ایشاں اصلی و دلیلی باشد۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن عمل برآن اولیٰ و احسن معلوم میشود چراکہ در احادیث صلوٰۃ النساء در بیتی کہ استر و اظلم باشد قرینہ بر نبودن جماعت ایشان ظاہر است کہ ظلمت خانہ مناسب جماعت نیست۔ واللہ اعلم۔	خواتین کی جماعت کے مکروہ تحریمی پر کوئی سی معتمد دلیل ہے؟ میری نظر سے آج تک نہیں گذری البتہ فقہاءِ احناف کے متون میں عموماً یہی بات کہی گئی ہے۔ شاید ان کے پاس اس کی کوئی اصل اور دلیل ہو اور اللہ صواب کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ اور اس پر عمل اولیٰ و احسن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ احادیث میں آچکا ہے عورت کی نماز گھر کی تاریکی میں افضل ہے اور یہ ان کی جماعت نہ ہونے پر قرینہ ہے کیونکہ ظلمت خانہ کے لیے جماعت مناسب نہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ۱: ۱۸۰)

ان تمام عبارات و حوالہ جات نے واضح کر دیا کہ اس عمل پر مکروہ تحریمی کا اطلاق ہرگز

درست نہیں۔ اسی لیے متعدد فقہائے احناف نے بھی اسے مکروہ تنزیہی کہا ہے۔ جیساکہ اس پہ آگے بھی حوالہ جات آئیں گے۔

تیسرا شبہ

جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ تمام کی تمام منسوخ ہیں۔ علماء نے اس پہ تصریح کی ہے۔ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں۔

انہ منسوخ وفعلن ذلک کان النساء یحضرن الجماعات ثم نسخت۔

(نصب الرایہ، ۲: ۳۳)

یہ عمل منسوخ ہو چکا یہ جماعت اس وقت ہوتی تھی جب خواتین جماعت میں شرکت کے لیے آیا کرتی تھیں پھر یہ عمل منسوخ ہوگیا۔

جواب:

اس کا ناسخ کون ہے؟ بقول امام ابن ہمامؒ کے آج تک اس کا تعین نہیں ہوسکا۔

لکن یبقی الکلام بعد ھذا فی تعیین الناسخ اذلابد فی ادعاء النسخ منہ ولم یتحقق فی النسخ الا ما ذکر بعضھم من امکان کونہ ما فی ابی داؤد و صحیح ابن خزیمہ صلوۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا الحدیث۔

(فتح القدیر، ۱: ۳۰۷)

اب یہ بات رہ گئی کہ ناسخ کون ہے اس کا تعین ضروری ہے۔ کیونکہ دعوٰے نسخ تب ہی تام ہوگا اور ناسخ ثابت نہیں بعض نے وہ روایت پیش کی ہے۔ جو ابوداؤد اور صحیح ابن خزیمہ میں آئی ہے کہ عورت کی نماز اس کے ڈرائنگ روم سے سونے والے کمرے میں افضل ہے۔

مولانا بحر العلوم فتح الودود حاشیہ سنن ابی داؤد میں حدیث ام ورقہ کے تحت تحریر کرتے ہیں:

ان هذا الحديث يدل على جواز امامة المرأة للنساء و من يقول بكراهة جماعتهن يحمل الحديث على النسخ لكن ابن الهمام وغيره ينكرون تحقق الناسخ۔

(حاشیہ تحفۃ النبلاء، ۳۱)

یہ حدیث خواتین کے لیے عورت کی امامت کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جو لوگ اس جماعت کو مکروہ قرار دیتے ہیں ان کے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے لیکن امام ابن الہمام اور دیگر ائمہ نے ثبوتِ ناسخ کا انکار کیا ہے۔

اسی لیے ان تمام روایات کو ذکر کر کے امام ابن الہمام نے کہا:

كلها ينفي ثبوت النسخ

(فتح القدیر، ۱: ۳۰۷)

یہ تمام روایتیں ثبوتِ نسخ کی نفی کرتی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل (امامت نساء) پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کی یہ رائے کہ یہ منسوخ ہے اس پر دلیل کوئی بیان نہیں کرتے۔

ان النسخ لا يثبت بالاحتمال

(الدرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ، ۱: ۱۴۸)

اور محض احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔

امام بدر الدین عینیؒ صاحب عنایہ کا ایک مقام پر رد کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

ان من ادعى النسخ فعليه البيان۔

(تحفۃ النبلاء، ۳۰)

جو نسخ کا دعویدار ہے وہ دلیل لائے۔

۲۔ دلائل جواز میں امہات المؤمنین سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کا عمل گزر چکا ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ ماہ رمضان میں جماعت کروایا کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مروی روایت میں اگرچہ اس بات کی تصریح ہماری نظر سے نہیں گزری مگر نصب الرایہ کے محشیؒ نے "تؤم النسا فتقوم معهن فی صفهن" کے بعد "ای فی رمضان" کے الفاظ لکھے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بھی رمضان میں جماعت کروایا کرتی تھیں اور رمضان میں جماعت سے متبادر یہی ہے کہ وہ تراویح کی جماعت تھی اور یہ بات مسلمہ ہے کہ تراویح کی جماعت حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد شروع ہوئی۔ امام ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں:

ومعلوم ان جماعة التراويح	یہ بات مسلمہ ہے کہ تراویح کی جماعت
انما استقرت بعد وفات النبی	حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد
صلی الله علیه و آله وسلم	ہی جاری ہوئی تھی۔

(فتح القدیر، ۱: ۳۰۷)

یعنی یہ واقعہ ہی رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا ہے تو اسے منسوخ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے اور ناسخ کا بعد میں ہونا ضروری ہے۔

۳۔ دیگر صحابہ و تابعین حضرت ابن عباس، مجاہد، عطا، ابراہیم نخعی اور عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاوٰے بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ عمل منسوخ نہیں۔ اگر یہ عمل منسوخ ہو چکا ہوتا تو یہ لوگ ہرگز اسے جائز نہ کہتے۔ یہ کہنا کہ ناسخ کا انہیں علم نہ ہو سکا محض احتمال ہے جو قابلِ قبول نہیں۔

۴۔ اگر یہ عمل منسوخ ہو چکا ہے تو اب اس سے کسی طرح کا بھی استدلال درست نہیں ہوگا کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی عمل کا وجوب یا اس کی سنت منسوخ ہو جاتی ہے تو اس کا جواز بھی منسوخ ہو جاتا ہے حالانکہ ائمہ احناف امامت کے وقت عورت کے

صف میں کھڑے ہونے پر اسی عمل سے استدلال کرتے ہیں ۔ یعنی ان کا استدلال کرنا واضح ثبوت ہے کہ یہ منسوخ نہیں ۔

چوتھا شبہ

نماز جنازہ کی جماعت پر دیگر نمازوں کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ جنازہ کی صورت میں خواتین کی جماعت واجب ہوتی ہے ۔ کیونکہ تنہا ادا کرنے کی صورت میں ایک خاتون کی سبقت سے بقیہ خواتین کے فریضے کا فاسد ہونا لازم آئے گا ۔ کیونکہ جنازہ میں تکرار نہیں ۔

جواب

اس کا جواب بھی فقہا نے بڑی تفصیل سے دیا ہے ۔ اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے ۔

۱ ۔ جنازہ میں یہی معاملہ مردوں کا بھی ہے ۔ یعنی ایک کی ادائیگی کی صورت میں باقی لوگوں کی فرضیت باطل ہو جاتی ہے ۔ لہٰذا مردوں پر جنازہ کی جماعت لازم ہونی چاہیئے ۔ حالانکہ اس پہ اتفاق ہے کہ یہ جماعت لازم نہیں ۔

۲ ۔ جنازہ فرض کفایہ ہے ۔ فرض عین نہیں ۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ ہر کوئی ادا کرے بلکہ ایک کے ادا کرنے سے ادائیگی ہو جاتی ہے ۔ جب وہاں مرد نہیں خواتین ہی ہیں تو صرف ایک خاتون جنازہ ادا کرے ۔ اس سے سب کا ادا ہو جائے گا ۔ جماعت لازم ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی تنہا تنہا تمام کی ادائیگی کی ضرورت ہے کہ ایک کی سبقت سے دوسری خواتین کی نماز فاسد ہو ۔

جب ارتکاب ممنوع کے بغیر بھی جنازے کی ادائیگی کی صورت نکل سکتی ہے تو پھر جماعت کا واجب قرار دینا مناسب نہیں ۔

بحث ثالث

دلائلِ عدمِ جواز

بحث ثالث

دلائل عدم جواز

اب ہم ان دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں جو عورت کی عدمِ جواز پر دلالت کرتے ہیں :

۱۔ ابوداؤد اور صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا و صلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا۔	عورت کی نماز کمرے سے اس کی سونے والی جگہ میں افضل ہے اور ظلمت خانے میں نماز اس کے کمرے سے افضل ہے ۔

ابن خزیمہ کی دوسری روایت کے الفاظ ہیں :

ان احب صلوٰۃ المرأۃ الی اللہ فی اشد مکان فی بیتھا ظلمۃ۔	اللہ تعالیٰ کے ہاں عورت کی وہ نماز سب سے محبوب ہے جو ایسی جگہ ہو جہاں گھر میں زیادہ تاریکی ہو ۔

ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ دونوں نے روایت کی :

اقرب ما تکون من وجہ ربھا وھی فی قعر بیتھا۔ (فتح القدیر، ۱ : ۳۰۷)	سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس نماز پر ہے جو عورت کے گھر کے تہہ خانے میں ہو ۔

ان تمام روایات میں آگاہ کر دیا گیا ہے کہ خاتون اپنے کمرے میں نماز ادا کرے

اور جماعت کا تصور ہی نہیں

۲۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا خیر فی جماعۃ النساء الا فی المسجد او فی جنازۃ قتیل

خواتین کی جماعت میں خیر نہیں ماسوائے مسجد کی جماعت یا کسی شہید کے جنازے کے۔

(اعلاء السنن، ۴: ۲۱ بحوالہ مسند احمد)

آپ ہی سے مروی طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لا خیر فی جماعۃ النساء الا فی مسجد جماعۃ۔

مسجد میں جماعت کے علاوہ خواتین کی جماعت میں خیر نہیں۔

(اعلاء السنن، ۴: ۲۱۴)

آپ نے مسجد کے علاوہ کسی مقام پر بھی خواتین کی جماعت سے خیر کی نفی فرمائی ہے اور مسجد میں صرف مردوں کے ساتھ ہی جماعت میں خواتین کی شرکت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مسجد میں تنہا خواتین کی جماعت کا کوئی قائل نہیں اس لیے تنہا خواتین کی جماعت مکروہ ہے۔

۳۔ عورت امام بننے کی صورت میں آگے کھڑی ہوگی۔ یا درمیان میں، اگر آگے کھڑی ہوتی ہے تو زیادتی کشف لازم آئے گا اور اگر درمیان میں کھڑی ہوتی ہے تو ترکِ تقدم لازم آتا ہے۔ حالانکہ وہ مواظبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے واجب ہے۔ یعنی ان دو قباحتوں میں سے ایک قباحت ضرور ہوگی۔ جس کی وجہ سے یہ عمل مکروہِ تحریمی ہوگا۔

بحث رابع

دلائلِ عدمِ جواز کا تجزیہ

بحث رابع

دلائل عدمِ جواز کا تجزیہ

۱۔ پہلی دلیل کے طور پر جو احادیث پیش کی گئی ہیں ان سے جماعت کا عدمِ جواز ثابت ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں یہ ہے کہ عورت کی نماز گھر میں افضل ہے۔ اس سے جماعت کی نفی کیسے ہوگی؟ کسی نے یہ بات کہی تھی کہ ظلمت خانے میں جماعت کا تصور نہیں ہوتا تو اس پر امام ابن الہمام نے صرف یہ کہا " لا یخفی ما فیہ " (اس بات کا محل نظر ہونا واضح ہے) کیونکہ جماعت وہاں بھی ہو سکتی ہے۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ارشادِ نبوی کے بارے میں درج ذیل گذارشات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اس سے بھی فضیلت کی نفی ہوتی ہے۔ عدمِ جواز میں اسے مولانا ظفر احمد عثمانی نے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ خود ان کی رائے پیچھے آپ نے ملاحظہ کی ہے۔ ان کے یہ الفاظ پھر دوبارہ پڑھ لیں۔

ان روایتہا تدل علی کراھۃ جماعۃ النساء وعملہا علی نفس الاباحۃ وکراھۃ شئی لا تنافی جوازہ۔	حضرت عائشہ کی روایت خواتین کی جماعت کی کراہت اور ان کا عمل اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ اور شئی کا مکروہ ہونا اس کے جواز کے منافی نہیں۔

(اعلاء السنن ۴/ ۲۱۵)

آگے چل کر لکھا:

ولما کان فیہ شبھۃ الکراھۃ کان الاحتیاط فی الترک لان	جب اس جماعت میں کراہت کا شبہ ہو تو احتیاطاً ترک ہی بہتر ہے۔ کیونکہ

الشیٔ اذا تردد بین المندوب والمکروہ کان ترک المندوب اولیٰ۔ (اعلاء السنن، ۴: ۲۱۶)	شے جب مندوب و مکروہ کے درمیان دائرہ ہو تو مندوب کا ترک اولیٰ ہوتا ہے

وہ خود اس سے عدم جواز پر استدلال نہیں کر رہے بلکہ کہہ رہے ہیں کہ احتیاطاً بہتر نہیں تو یہ افضلیت کی نفی ہے۔

۲۔ اس روایت کی راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کا اپنا عمل بلاشبہ اس کے خلاف ہے جیسا کہ آپ دلائل جواز میں پڑھ چکے ہیں۔ اب حسب ضابطہ جب راوی کا عمل اپنے روایت کے خلاف ہو تو گویا روایت قابل حجت نہیں بلکہ راوی کا عمل اس کے منسوخ ہونے کی دلیل بن جاتا ہے۔ تو گویا پیش کردہ روایت منسوخ قرار پائی۔ تراویح میں جماعت کروانا از خود بول رہا ہے کہ آپ کا عمل بعد کا ہے۔

۳۔ اس روایت کی سند میں "ابن لھیعۃ" ضعیف راوی ہے۔ اس لیے صاحب مجمع الزوائد نے یہ روایت کی اور کہا:

وفیہ ابن لھیعۃ وفیہ کلام۔ (مجمع الزوائد، ۱: ۱۵۵)	اس کی سند میں ابن لھیعۃ ہے اور اس میں کلام ہے۔

ممکن ہے روایت کے اسی ضعف کی وجہ سے آج تک کسی حنفی نے بھی اسے بطور دلیل پیش نہیں کیا بلکہ پہلی روایات ہی ذکر کرتے ہیں۔

اہم نوٹ

اگر کوئی ان روایات کو ناسخ قرار دیتا ہے تو اس پر یہ آشکار ہونا چاہیے کہ یہ ناسخ نہیں بن سکتیں۔ وجہ پیچھے گذر چکی ہے کہ روایات جواز بعد کی ہیں لیکن اگر ان کو

ناسخ تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ خواتین کے لیے جماعت سنت نہیں اور سنت کا نسخ کراہتِ تحریمی کو مستلزم نہیں ۔ امام ابن الھمام نے یہی بات ان الفاظ میں بیان کی ہے :۔

وبتقدیر التسلیم فانما یفید نسخ السنیۃ وھو لا یستلزم ثبوت کراھۃ التحریم فی الفعل بل التنزیہ ومرجعھا الی خلاف الاولیٰ ۔

(فتح القدیر ، ۱ : ۲۰۷)

اگر انہیں ناسخ مان بھی لیا جائے تو اس سے جماعت کا سنت ہونا منسوخ ہوگا اور یہ چیز مکروہ تحریمی کو مستلزم نہیں بلکہ اس کا ارتکاب مکروہ تنزیہ ہوگا جس کا مرجع خلاف اولیٰ ہے ۔

مولانا احمد علی محدّث سہارن پوری نے بھی انہی روایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہا :

براں عمل اولیٰ واحسن معلوم می شود ۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ، ۱ : ۱۸۰)

ان روایات پر عمل بہتر اور افضل ہے ۔

یہاں فقہ حنفی کی مسلمہ دو اور کتب کا حوالہ بھی ملاحظہ ہو جس میں انہوں نے امامت کو جائز قرار دیتے ہوئے افضلیت کی نفی کی ۔

۱ ۔ فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ پر رائے دیتے ہوئے لکھا :

وقیامھن لا تزول الکراھۃ وصلاتھن فرادیٰ افضل ۔

(فتاویٰ عالمگیری ، ۱ : ۸۵)

عورت کے درمیان کھڑے ہونے سے کراہت ختم نہیں ہوتی اور ان کی تنہا نماز (جماعت سے) افضل ہے ۔

۲ ۔ اسی طرح "خلاصہ" میں ہے :

وامامۃ المرأۃ للنساء

عورت کا خواتین کو جماعت کروانا جائز

جائزۃ الا ان صلاتھن فرادٰی افضل۔	ہے البتہ ان کی تنہا نماز افضل ہے۔

(الخلاصہ، ۱۴۲)

۳۔ اب ہم تیسری دلیل کے بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ اگر امامت کروائے گی تو دو قباحتوں میں سے ایک ضرور لازم آئے گی۔ ترک تقدم یا زیادتی کشف۔ یہ بات بھی محلِ نظر ہے۔ ہم ہر ایک کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں۔

ترکِ تقدم

۱۔ امام کا مقتدیوں سے آگے ہونا واجب یا سنت صرف مردوں کے لیے ہے۔ خواتین کے لیے نہیں۔ اگر ان پر واجب ہے تو اس پر کتاب وسنت سے دلیل ذکر کی جائے۔

امام بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ارتکاب المحرم فیہ فی حق الرجال دون النساء اذ کان مطلقاً لما کان یجوز الصلوۃ بہ۔ (تحفۃ النبلاء، ۵۰)	حرام کا ارتکاب مردوں کی صورت میں لازم آتا ہے نہ کہ خواتین میں کیونکہ اگر ترک تقدم ہر حال میں حرام ہوتا تو عورتوں کی نماز جائز ہی نہ ہوتی حالانکہ جائز ہے۔

۲۔ اگر خواتین کے لیے تقدم واجب اور اس کا ترک حرام ہوتا تو امہات المومنین حضرت سیدہ عائشہ وسیدہ ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی خلاف ورزی نہ کرتیں۔ حالانکہ سابقہ گفتگو سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ درمیان میں کھڑی ہوتیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ بھی اس کی تائید میں گذر چکا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے اسی طرف ان الفاظ سے توجہ دلائی ہے۔

كيف يكون قيام الامام وسطهن محرمًا وقد فعلته عائشة و ام سلمة و روى عن ابن عباس على ما ذكرنا۔ (تحفة النبلاء، ۵)

عورت کا درمیان میں کھڑا ہونا حرام کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ درمیان میں کھڑی ہوا کرتی تھیں اور حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۳۔ ایک حدیث ضعیف میں ہے کہ عورت جب جماعت کروائے تو وہ درمیان میں کھڑی ہو۔ امام ابوالشیخ الاصبہانی کتاب الاذان میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خواتین پر اذان، اقامت اور جمعہ لازم نہیں۔

ولا تقدمهن امرأة ولكن تقوم وسطهن۔ (تحفة النبلاء، ۲)

عورت خواتین کے آگے کھڑی نہ ہو البتہ ان کے درمیان کھڑی ہو جائے۔

۲۔ زیادتی کشف

۱۔ ہم نے تفصیل کے ساتھ عرض کر دیا ہے کہ جماعت کرواتے وقت درمیان میں کھڑی ہو اس سے یہ خرابی لازم نہیں آتی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب امام خاتون نے سرتاپا لباس پہنا اور پردہ کیا ہو تو اس صورت میں کشف ہی نہیں چہ جائیکہ زیادتی کشف ہو۔ یہی بات امام عینی نے فرمائی ہے۔

ان المرأة شأنها التستر فى كل الاحوال لاسيما فى الصلوٰة خصوصًا اذا امت فانها تحترز

عورت کو ہر حال میں ستر کا ڈھانپنا ضروری ہے خصوصاً نماز میں اس وقت زیادہ ہی اہم ہو جاتا ہے جب وہ امامہ بنے تو ایسی

عن انكشاف شيء من اعضائها غاية الاحتراز لا يوجد الكشف اصلاً فضلاً عن زيادة الكشف ۔
(البناية بحوالہ تحفۃ النبلاء ، ۵۰)

صورت میں وہ اپنے ہر عضو کو اچھی طرح ڈھانپ لے گی اور اس میں خوب احتیاط برتے گی تو اب وہاں بالکل ہی کشف نہیں چہ جائیکہ وہاں زیادتی کشف ہو ۔

اس تمام گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ خواتین کی جماعت جائز ہے کیونکہ دلائل جواز قوی ہیں ۔ خصوصاً ایسی تعلیم گاہ میں جہاں اندر ہی جماعت کا انتظام ہو اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ خواتین کے لیے اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام نہایت ضروری ہے ۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ سینکڑوں اسلامی اقدار مٹ چکی ہیں ۔ ضرورت ہے اس بات کی کہ کسی نہ کسی ذریعہ سے خواتین کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے ۔ اس کے لیے مختلف دینی اجتماعات ، جمعہ اور عیدین میں شرکت کی اجازت دی جائے تاکہ وہ دینی علوم سے بہرہ ور ہو سکیں اور اگر وہ کسی تعلیم گاہ سکول اور گھر میں اجتماعی صورت میں نماز ادا کرنا چاہیں تو پھر بھی رکاوٹ نہ بنا جائے ۔ ان اچھی صحبتوں کی وجہ سے معاشرے میں اچھی تبدیلی آسکتی ہے ۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب !